# درِ مختار کے پچاس مسائل کی تحقیق

جمع و ترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

اس رسالہ میں مشہور غیر مقلد عالم دین حضرت مولانا محمد بن ابراہیم میمن جونا گڑھیؒ کے ان پچاس اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جو انھوں نے فقہ حنفی کی کتاب درِ مختار پر کیے تھے۔

ناشر

پیر جی سید عبدالمبین

محلہ گوبندگڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 کالج روڈ، گوجرانوالہ

| | |
|---|---|
| نام کتاب | درِمختار کے پچاس مسائل کی تحقیق |
| جمع وترتیب | پیرجی سید مشتاق علی شاہ |
| کمپوزنگ وڈیزائننگ | ماہیر گرافکس0300-0074745 |
| تاریخ طبع اول | مئی 2018ء |
| تاریخ طبع دوم | فروری 2024ء |
| تاریخ طبع سوم | جون 2026ء |
| صفحات | 48 |
| تعداد | 100 |
| قیمت | فی سبیل اللہ |


ضروری اعلان:

ہم نے اس کتاب میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہومگر پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ان شاءاللہ ضرور درست کر دی جائے گی۔ہم قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر صحیح معنیٰ میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔آمین!!

احقر

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

11-06-2026

# فہرست مضامین

عنوان صفحہ

عنوان | صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**اعتراض نمبر ۱:**

**ولا عند وطی بھیمۃ** ''یعنی جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے نہ تو غسل آتا ہے، نہ وضو ٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔'' (درمختار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد اول ص ۱۲۲)
(سیفِ محمدی ص ۱۷ مطبوعہ مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کیا کہ بوجہ فقدان دلیل وجوب غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو ''احوط'' فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی' پانی سے ہے۔ یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو نسخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری اس کو نسخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کس منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے۔ جیسا کہ حدیث مسلم سے ظاہر ہے لیکن خروجِ منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوبت حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادۃً مشتہی ہو جب کہ خروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سببیت ناقص ہوئی۔ خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے۔ جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہوا تو بدونِ انزال کمال لذت

نہیں۔اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں حضرات فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیے۔ہم ان پر الٹا طعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

**ایک شبہ:**

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعلی کرنا جائز ہے اور اس کی سزا کوئی نہیں۔معاذ اللہ، فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔من شاء فلینظر

**اعتراض نمبر ۲:**

درمختار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد اول میں ہے **او میتہ** یعنی اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ غسل لازم ہوتا ہے، جب تک انزال نہ ہو۔

(سیفِ محمدی ص ۲۱)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے برخلاف اگر کسی کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کرے۔

یہاں بھی خروجِ منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتہی نہیں۔اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

**اعتراض نمبر ۳:**

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۲ میں ہے **او صغیرۃ غیر مشتھاۃ** یعنی اسی طرح نابالغ غیر خواہش مند لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے وضو جائے نہ غسل آئے جب تک انزال نہ ہو۔

(سیفِ محمدی ص ۲۲)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ ایڈیٹر محمدی کا یہ بہتان ہے جو اس نے یہاں لفظ زنا زیادہ کر دیا۔

درِمختار کے الفاظ یہ ہیں: **او صغیرۃ غیر مشتھاۃ** کیا صغیرہ غیر مشتہات اجنبی عورت ہی ہوسکتی ہے؟ اپنی بیوی نہیں ہوسکتی؟ کس قدر بے باکی ہے کہ عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے اپنی طرف سے لفظ زنا داخل کر دیا۔

اس مسئلہ میں حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

**والصحیح انہ اذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرۃ ولم یفضھا فھی ممن تجامع فیجب الغسل۔**

بحر الرائق جلد ا ص ۶۰ میں ہے:

**وقد حکی عن السراج الوھاج خلافا لو وطی الصغیرۃ التی لا تشتھی فمنھم من قال یجب مطلقًا ومن عم من قال لا یجب مطلقًا والصحیح انہ اذا امکن الایلاج فی محل الجماع من الصغیرۃ ولم یفضھا فھی ممن تجامع فیجب الغسل۔**

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

**ویلزم بوطی صغیرۃ لا تشتھی ولم یفضھا لانھا صارت ممن تجامع فی الصحیح۔**

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

**ھذا ھو الصحیح**

یعنی صغیرۃ غیر مشتہاۃ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

پس معترض کی آنکھوں پر اگر تعصب کی عینک نہ ہوتی تو اسے فقہاء کی یہ تصریحات نظر آجاتیں۔ پھر ایسا نہ لکھتا۔

**اعتراض نمبر ۴:**

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۳ میں ہے **رطوبته الفرج طاهرة عنده** یعنی امام صاحب کے نزدیک عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔(سیفِ محمدی ص ۲۵)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کاش آپ نے اس کے نجس ہونے پر کوئی آیت یا حدیث لکھی ہوتی۔ اگر کوئی نہیں تو شوکانی کا یہ قول آپ کو یاد ہونا چاہیے۔ **والاصل الطهارة** کہ اصل طہارت ہے یعنی جب تک کسی چیز کی نجاست پر کوئی دلیل نہ ہو وہ چیز پاک ہوتی ہے۔ اس پر نجاست کا حکم لگانا درست نہیں۔

مولوی وحیدالزمان نے نزل الابرار من فقہ النبی المختار لکھ کر وہابیوں پر احسان کیا ہے وہ اس کتاب کی پہلی جلد ص ۴۹ میں رطوبت فرج کو پاک لکھتا ہے۔ اگر وحیدالزمان پر کچھ اعتراض ہو تو سنیے!

علامہ نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

**قد استدل جماعة من العلماء بهذا الحديث على طهارة رطوبة فرج المرأة وفيها خلاف مشهور عندنا وعند غيرنا والاظهر طهارتها۔**

فرمایئے! اب تو آپ کے گھر کا مسئلہ نکل آیا۔ علامہ نووی رطوبت فرج کی طہارت کو اظہر فرماتے ہیں۔

اسی شرح مسلم ص ۱۵۵ میں نووی لکھتے ہیں:

**هذا هو الاصح عند اكثر اصحابنا**

ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث ۱۶ / جولائی ۱۹۰۹ء میں لکھتے ہیں:

رطوبت مثل مذی ہے اور مذی سے بموجب حدیث شریف وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ اس کی ناپاکی کا ثبوت نہیں۔ دھوڈالے تو افضل ہے۔

فرمایئے! یہ گواہی تو آپ کے اپنے گھر سے ہے۔ تو کیا اب بھی آپ اس مسئلہ کو حیاسوز

اور شرمناک لکھیں گے؟ فقہاء پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے!

**اعتراض نمبر ۵:**

درمختار مصری جلد اول ص ۱۲۳ میں ہے **لو اتی عذراء و لم یزل عذر تھا** یعنی اگر کسی باکرہ عورت کے پاس جائے اور اس کا بکر زائل نہ ہو تو اس پر بھی غسل نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۲۷)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ درِمختار میں اس کی وجہ بھی مذکور ہے۔

**فانها تمنع التقاء الختانين**

کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے مانع ہے۔ فرج میں دخول حشفہ ممکن نہیں۔ تو بکارت کا باقی رہنا عدم ایلاج کی دلیل ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ انزال نہ ہو۔ غسل واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

**من ادعی خلافه فعليه البيان۔**

**اعتراض نمبر ٦:**

درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰ میں ہے **ولو دبغ طهر** یعنی انسان کی کھال کو بھی اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۲۸)

**جواب:**

افسوس کہ معترض کو اگلی عبارت نظر نہ آسکی جو یہ ہے:

**وان حرم استعماله**

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ انسان کا چمڑہ رنگنے سے گو پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا استعمال حرام ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض تو انسان کے چمڑے کو قابلِ دباغت ہی نہیں سمجھتے اور بعض قابل دباغت تو سمجھتے ہیں لیکن دباغت دینا یا اس سے نفع اٹھانا بالاتفاق منع مانتے ہیں۔

شیخ عبدالحیٔ عمدۃ الرعایۃ میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر دباغت دی جائے تو پاک ہوجاتا ہےلیکن انسان کا چمڑہ اتارنا یا اس کو دباغت دینا حرام ہے۔بحرالرائق میں ابن حزم کے حوالہ سے اس پر اجماع مسلمین لکھا ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر دباغت دی جائے تو پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ پاک ہوجاتا ہے۔ بخاری شریف میں تو مسلمان زندہ اور مردہ کو پاک لکھا ہے۔رہا کافر۔حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کافروں کی نجاست کو نجاست اعتقادی لکھا ہے۔نواب صدیق حسن بھی الروضۃ الندیہ میں اسی طرح لکھتا ہے۔

وہابیوں کا سرغنہ وحیدالزمان نزل الابرار میں لکھتا ہے:

**و استثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر و الاٰدمی و الصحیح عدم الاستثناء**

ہمارے بعض اصحاب (غیر مقلدوں) نے خنزیر اور آدمی کا چمڑا (**حدیث ایما اهاب دبغ فقد طهر**) سے مستثنٰی کیا ہےلیکن عدم استثناء صحیح ہے۔پھر آگے لکھتا ہے:

**و جلد الاٰدمی طاهر الا انه لا یجوز استعماله لکونه محترمًا**

آدمی کی جلد پاک ہےلیکن اس کے محترم ہونے کے باعث اس کا استعمال جائز نہیں۔

اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ یہ مسئلہ بھی آپ کے گھر سے ہی نکل آیا۔اب وحید الزمان کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟ممکن ہے آپ یہ کہہ دیں کہ ہم وحید الزمان کے مقلد نہیں۔آپ لوگوں کی یہ عادت بھی کیا خوب ہے۔ چلئے! آپ اس مسئلہ کے خلاف قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہی پیش کردیں جس میں انسان کی کھال کو دباغت کے باوجود نجس لکھا ہو۔

اعتراض نمبر ۷:

**و افاد لا مه طهارة جلد کلب**

یعنی کتے کی کھال بھی دباغت کے بعد پاک ہے۔(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)
(سیفِ محمدی ص ۴۰)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

**ایما اھاب دبغ فقد طھر (رواہ الترمذی)**

جس چمڑے کو دباغت دی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:

**اذا دبغ الاھاب فقد طھر**

جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔

مردار کے چمڑے کے بارے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

**ھلا اخذتم اھابھا قد بفتموہ**

تو حدیث **ایما اھاب . . .** اپنے عموم میں کتے کی کھال کو بھی شامل ہے۔ وہابیوں کا بڑا عالم شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد کی جلد چہارم ص ۱۱۳ میں لکھتا ہے:

**والحدیث دلیل لمن قال ان الدباغ مطھر جلد میتة کل حیوان کما لیفیدہٗ لفظ عموم کلمة ایما وکذالک لفظ الاھاب لیشتمل بعمومہ جلد الماکول اللحم وغیرہ**

یہ حدیث اس شخص کے لیے دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ دباغت ہر حیوان مردہ کے چمڑے کو پاک کرنے والی ہے جیسے ایما کا عموم اس کا فائدہ دیتا ہے اور اسی طرح لفظ اہاب اپنے عموم کے لحاظ سے حلال اور حرام کے چمڑے کو شامل ہے۔

پس معترض کا یہ اعتراض فقہاء پر نہیں بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کسی چمڑے کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ ہاں اگر کسی روایت صحیحہ میں کتے کی کھال کا استثناء آیا ہو تو اسے بیان کیا جائے۔

حدیث **نھی عن جلود سباع** میں احتمال ہے کہ نہی قبل از دباغت پر محمول ہو چنانچہ وہابیوں کا بزرگ عون المعبود جلد ۴ ص ۱۱۷ میں بحوالہ شوکانی لکھتا ہے:

شوکانی صاحب وہی ہیں جن سے نواب صدیق حسن مدد مانگتے ہوئے کہتا ہے:

**زمرہ رائے در افتاد بار باب سنن شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے**

**قال الشوکانی ما حصله ان الاستدلال بحدیث النهی عن جلود السباع وما فی معنا علی ان الدباغ لا یطهر جلود السباع بناء علٰی انه مخصص للاحادیث القاضیة بان الدباغ مطهیر علی العموم غیر ظاهر لان غایته مافیه مجرد النهی من الانتفاع و لاماز مته بین ذالک و بین النجاسة کما لاملازمتۂ بین النهی عن الذهب و الحریر و نجاستهما۔**

شوکانی نے کہا حدیث **نهی عن جلود السباع** سے یہ استدلال کی دباغت جلود سباغ کو پاک نہیں کرتی اور یہ حدیث ان احادیث کی مخصص ہے جس میں دباغت کو علی العموم مطہر فرمایا ہے۔ٹھیک نہیں کیوں کہ حدیث نہی عن **جلود السباع** میں زیادہ سے زیادہ نہی عن الانتفاع ہے جب کہ نہی عن الانتفاع اور نجاست میں کوئی لزوم نہیں (یعنی جس چیز سے انتفاع کی نہی ہو لازم نہیں کہ وہ نجس ہو) جس طرح (مرد کے لیے) سونے اور چاندی کے استعمال کی نہی ہے۔لیکن نجاست نہیں۔

پس اس حدیث سے جلود سباع کا دباغت کے بعد بھی نجس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

**اعتراض نمبر ۸:**

درمختار میں ہے **و فیل** یعنی اسی طرح ہاتھی کا چمڑا ابھی پاک ہے۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)(سیفِ محمدی ص ۴۵)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ حدیث **ایما اهاب دبغ فقد طهر** کا عموم اس کو بھی شامل ہے۔اگر کسی وہابی کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو ہاتھی کے چمڑے کا دباغت کے باوجود نجس ہونا ثابت کرے تو وہ حدیث پیش کی جائے۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی کے دانت کی کنگھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی نجس العین نہیں ورنہ حضور اس کے دانت کی کنگھی کبھی استعمال میں نہ لاتے۔ جب ثابت ہوا کہ ہاتھی نجس

العین نہیں تو اس کا چمڑہ دباغت کے بعد کیوں ناپاک ہوگا۔ **من ادعی خلاف ذالک فعلیہ البیان**

**اعتراض نمبر ۹:**

درمختار مصری میں ہے **طھر بذکوۃ** یعنی (کتا ہاتھی وغیرہ درندے اور حرام جانور) کی کھال ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۰)

(سیفِ محمدی ص ۴۸)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ ذبح سے چمڑہ پاک نہیں ہوتا ورنہ اصل طہارت ہے۔ ذبح، ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کا کام دیتا ہے۔ (اس مسئلہ کی تفصیل ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیے)

**اعتراض نمبر ۱۰:**

**لیس الکلب بنجس العین عند الامام** یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک کتا نجس العین نہیں یعنی وہ خود سارا کا سارا ناپاک نہیں۔ (درمختار جلد اول ص ۱۵۲)

(سیفِ محمدی ص ۵۱)

**جواب:**

اس اعتراض کا مفصل جواب ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات میں گزر چکا ہے۔ کتے کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔ فقہ کی کسی کتاب میں اس کے گوشت یا خون کو کسی نے پاک نہیں لکھا۔ البتہ آپ غیر مقلدین کے وحید الزمان صاحب کتے کو پاک لکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے نواب صدیق حسن بدور الاہلہ میں کتے کے گوشت، ہڈی، خون، بال اور پسینے کو پلید نہیں سمجھتے۔ عرف الجادی میں بھی کتے اور خنزیر کو نجس العین نہیں سمجھا گیا۔ امام بخاری اور امام مالک کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔ کیا یہ دونوں اہل حدیث نہیں؟

فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب لکھا ہے:

**لکون الکب طاھر عندھم** کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔

امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں:

**ومن ذالک قول الامام الشافعی واھدو ابی حنیفة بنجاسة الکلب مع قول الامام مالک بطھارتہ**

فتح الباری ص ۱۴۰ میں ہے:

**وانما ساق المصنف ھذا الحدیث ھنا لیستدل بہ مذھبہ فی طھارۃ سؤر الکلب۔**

یعنی بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تا کہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔

کہیے جناب! امام مالک اور امام بخاری کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض اور عناد ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۱:**

درمختار مصری میں ہے **یتخذہ جلدہ مصلی** یعنی کتے کی کھال کی جانماز بنانی بھی جائز ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۴)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب کھال پاک ہو جاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے؟

دیکھئے آپ کا بڑا فاضل وحید الزمان مترجم صحاح، نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

**ویتخذ جلدہ مصلی و دلوا**

(کتے کی کھال سے) جانماز اور ڈول بنایا جا سکتا ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۲:**

درمختار مصری میں ہے:

**ودلوا** یعنی کتے کی کھال کا ڈول بنانا بھی جائز ہے۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۴)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ دباغت کے بعد جب کھال پاک ہوجاتی ہے تو اس سے جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ہے؟

دیکھئے آپ کا بڑا افاضل وحیدالزمان مترجم صحاح، نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

**ویتخذ جلده مصلی و دلوا**

(کتے کی کھال سے) جانماز اور ڈول بنایا جاسکتا ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۳:**

درمختار مصری میں ہے

**ولو اخرج حیا ولم یصب فمه الماء لا یفسد ماء البئر**

یعنی اگر کنویں میں کتا گر پڑا اور زندہ نکال لیا گیا اور اس کا منہ پانی کو نہیں لگا تو کنویں کا پانی نہیں بگڑتا۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۵۶)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ یہ حکم مطلقاً نہیں، مشروط ہے کہ کتے کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو، چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ ص ۷ میں لکھا ہے:

**وعن ابی نصر الدلوسی رحمه الله اذا لم یصب فمه الماء ولم یکن علٰی دبره نجاسته لم ینجس۔**

ابونصر الدلوسی فرماتے ہیں کہ جب کتے کا منہ پانی تک نہ پہنچے اور اس کی دبر پر نجاست نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

خود صاحب درمختار اس کی تصریح کرتے ہیں:

**لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا به حدث ولا خبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمه الماء۔**

جو حیوان کہ نجس عین نہیں (جیسے صحیح مذہب میں کتا) جب کہ اس کے بدن پر حدث ہو نہ خبث، اگر اسے کنویں سے زندہ نکالا جائے تو پانی نہیں نکالا جائے گا۔ بشرطیکہ پانی اس

کے منہ تک نہ پہنچا ہو۔

پانی بطور وجوب نہیں نکالا جائے گا البتہ تسکین قلوب کے لیے بیس ڈول کا نکالنا علامہ شامی نے لکھا ہے۔ ہاں اگر کتے کا منہ پانی تک چلا جائے تو پانی ضرور نکالا جائے گا۔ کسی آیت یا حدیث میں اگر آیا ہو کہ ایسی صورت میں کنویں کا پانی ناپاک ہوجاتا ہے تو بے شک معترض کو اعتراض کا حق ہے۔ اگر کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر معترض کو اس آگ سے ڈرنا چاہیے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

کیا اندھیر اور سمجھ کا پھیر ہے کہ غیر مقلدین خود تو پانی کو طاہر اور مطہر مانتے ہیں اور فقہ حنفیہ پر اعتراض بھی کرتے ہیں خود ان کے ہاں بھی جب تک رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے پانی پاک ہوتا ہے چنانچہ شوکانی نے درر بہیہ میں، صدیق حسن نے روضہ ندیہ میں اور حافظ محمد لکھوی نے انواع محمدی میں اس کی تصریح کی ہے۔

وحید الزمان جس نے وہابیہ پر احسان کیا اور ان کے لیے بھی فقہ کی ایک کتاب لکھ دی وہ تو کتے کے منہ تک پانی پہنچ جانے کی صورت میں بھی پانی کو پلید نہیں سمجھتا چناں چہ وہ نزل الابرار ص ۳۰ میں لکھتا ہے:

**ولو سقط فی الماء ولم یتغیر لا یفسد الماء وان اصاب فمہ الماء**

اگر کتا پانی میں گرا اور پانی متغیر نہیں ہوا تو پانی ناپاک نہیں ہوا اگرچہ پانی کتے کے منہ تک پہنچا ہو۔

ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہابیہ کے نزدیک کتا پاک ہے۔ بلکہ امام بخاری اور امام مالک کے نزدیک بھی پاک ہے۔ پھر حنفیہ پر اعتراض کیوں؟ حالانکہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ کتے کا لعاب پلید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ نے اس مسئلہ میں بھی پانی کے منہ تک نہ پہنچنے کی قید لگائی۔ لیکن تمہارے ہاں تو اس کا لعاب بھی پلید نہیں اسی لیے تو وحید الزمان، **وان اصاب فمہ الماء** لکھتا ہے۔ حدیث ولوغ کلب میں تسبیع یا تتریب کا جو حکم ہے قاضی شوکانی اس کو مقید ہی لکھتا ہے دیکھو سبل السلام ومسک الختام۔ صدیق حسن بھی سراج الوہاج شرح صحیح مسلم ص ۱۰۸ میں ایسا ہی لکھتا ہے صحیح بخاری میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اور پانی

نہ ہوتو کتے کے جوٹھے پانی کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے۔

اب آپ ہی گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ کس منہ سے فقہ حنفیہ پر اعتراض کرر ہے ہیں۔

**اعتراض نمبر ۱۴:**

درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳ میں ہے **ولا الثوب بانتفاضہ** یعنی بھگیے ہوئے کتے نے اگر پھریری لی اوراس کی چھینٹیں کپڑوں پر آئیں تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

(سیفِ محمدی ص ۵۸)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ آپ کے وحید الزمان نے بھی یہی لکھا ہے دیکھو نزل الابرار ج ا ص ۱۳۰:

**وکذاالثوب لاینجس بالتقاضہ**

اسی طرح کتے کی چھینٹوں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

وہابیہ سے میرا سوال ہے کہ اگر تمہارے کپڑوں پر بھگیے ہوئے کتے کے چھینٹے پڑیں گےتو کپڑے کو پاک سمجھو گے یا پلید؟ اگر پلید سمجھوگےتو دلیل پیش کرو،اور اگر پاک سمجھو گے تو پھر حنفیہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟ جب تمہارے اکابر بھی وہی لکھ رہے ہیں جو فقہ حنفیہ میں ہےتو اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لی ہوتی۔

**اعتراض نمبر ۱۵:**

**ولا بعضہ مالم یر ریقہ**

یعنی کتے نے اگر کپڑے پر کاٹا جب تک اس کا تھوک نہ دیکھا جائے وہ بھی پاک ہے۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳)(سیفِ محمدی ص ۶۰)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی آپ کے گھر کا مسئلہ ہے۔آپ کا وحید الزمان تو کتے کے تھوک کے باوجود کپڑے کو پاک کہتا ہے۔چنانچہ لکھتا ہے:

**و کذاالثوب لاینجس بانتفاضہ ولا بعضہ ولا العفو ولو اصابہ ریقۂ**

یعنی کپڑا اور بدن کتے کی چھینٹیں پڑنے سے اور اس کے کاٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اس کی تھوک (بھی کپڑے یا بدن کو) لگ جائے اب فرمایئے! یا تو وحید الزمان صاحب پر بھی اعتراض کیجیے یا حنفیہ پر بے جا اعتراضات سے باز رہیے۔

**اعتراض نمبر ۱۶:**

**ولا صلٰوۃ حاملۃ ولو کبیرًا**

یعنی اگر بڑے کتے کو بھی اٹھا کر لیے ہوئے نماز پڑھے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳) (سیفِ محمدی ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ بھی تمہارے ہی گھر کا ہے۔ چنانچہ وحید الزمان نزل الابرار میں لکھتے ہیں:

**ولا تفسد صلوۃ حاملہ**

یعنی کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے جواز میں کتے کے منہ کو باندھنے کی قید لگائی ہے تاکہ اس کا لعاب نہ نکلے ورنہ نماز فاسد ہوگی۔

بخاری شریف میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

**کان یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم**

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح میں ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

**علی صحۃ صلٰوۃ من حمل آدمیا و کذا من حمل حیوانا طاھرا**

نووی شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

**ففیہ دلیل لصحۃ صلٰوۃ من حمل آدمیا او حیوانا طاھرا من طیر و شاۃ و غیرھما**

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ آدمی کو، پاک حیوان کو اور پرندہ یا بکری وغیرہ کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے۔

ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ وہابیوں کے نزدیک کتا پاک ہے تو پاک حیوان کو اٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز کیوں کر فاسد ہوسکتی ہے۔

**ایک شبہ کا ازالہ:**

جاننا چاہیے کہ جواز بمعنی صحت اور جواز بمعنی اباحت میں بڑا فرق ہے۔ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے ان مواقع پر جواز بمعنی صحت لکھا ہے یعنی نماز صحیح ہوگی اور فرض ادا ہو جائے گا۔ فقہاء کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ یہ فعل جائز یا مباح بلا کراہت ہے۔ اسی طرح حمل کلب میں جواز بمعنی صحت ہے کہ فرض سر سے اتر جائے گا نہ یہ کہ کتا گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا جائز بلا کراہت ہے۔ جن جانوروں کا لعاب پاک ہے۔ فقہاء تو ان کو بھی اٹھا کر نماز پڑھنا برا لکھتے ہیں۔ یعنی جو پڑھے گا بُرا کرے گا۔ جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے تو ناپاک دہن جانوروں کو اٹھا کر نماز پڑھنا کس قدر ناپسند رکھیں گے تو ان کے بارے میں یہ گمان کہ وہ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں، کس قدر بدگمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بدگمانیوں سے محفوظ فرمائے۔

**اعتراض نمبر ۱۷:**

**وطھارہ شعرہ**

یعنی کتے کے بال حنفی مذہب میں بالاتفاق پاک ہیں۔

(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۳)(سیفِ محمدی ص ۶۵)

**جواب:**

میں کہتا ہوں تم ان کے پلید ہونے کی کوئی دلیل بیان کرو۔ حدیث **کل اھاب دبغ** اور **ھلا اخذتم اھابھا** سے بالوں کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے۔ ورنہ حضور علیہ السلام تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ ڈالو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا پاک ہو جاتا ہے

لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جوہرالنقی جلد ا ص ۱۲ میں ہے:

**فهو اسم للجلد بشعره فدل على طهارة شعره ايضًا لولا ذالک لقال احلقوا شعره ثم انتفعوا به**

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرمادیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔

**اعتراض نمبر ۱۸:**

درمختار مصری میں ہے

**كمارخص الخمر للعطشان**

یعنی پیاسے آدمی کو رخصت ہے کہ شراب پی لے۔(درمختار مصری جلد اول ص ۱۵۴) (سیفِ محمدی ص ٦٦)

**جواب:**

میں کہتا ہوں درمختار میں تداوی بالحرم میں اختلاف بیان کیا اور لکھا ہے کہ حرام چیز کے ساتھ دوا کرنا ظاہر مذہب میں منع ہے پھر آگے لکھا ہے:

**وقيل يرخص اذا علم فيه شفاء ولم يعلم دواء أخر كما رخص الخمر للعطشان**

یعنی بعض نے کہا ہے کہ حرام چیز سے دوائی کی رخصت ہے جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں شفاء ہے اور کوئی دوسری دوائی معلوم نہ ہو۔ جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت ہے۔

**عطشان** مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کے معنی نہایت پیاسا یعنی مضطر ہے معترض نے **عطشان** کا معنی صرف پیاسا کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالا ہے۔

اضطرار کی حالت میں بالاتفاق اکل میتةً وشرب خمر کی رخصت ہے۔معترض کی کم علمی کہا جائے یا دانستہ فریب کہ مضطر کی رخصت کو عام رخصت سمجھ کر اعتراض کر دیا۔

**اعتراض نمبر ۱۹:**

درمختار مصری میں ہے

**ثم الاحسن زوجته**

(یعنی امامت کی ابتدائی شروط میں اگر برابری ہوتو اسے امام بنایا جائے۔) جس کی جورو بہت زیادہ خوبصورت ہو۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۴۱۲) (سیفِ محمدی ص ۷۳)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ درمختار کی اس عبارت میں حسن سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بُری نہ ہو نیک ہو اس کے اوصاف اچھے ہوں کیوں کہ بُری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

**اجلعوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔**

اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے ایلچی ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

**خیارکم خیارکم لنسائھم (مشکوٰۃ ص ۲۷۴)**

تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں اور ایک روایت میں ہے:

**خیرکم خیرکم لاھلہٖ**

تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہوگی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہوگا الا ماشاء اللہ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے۔ برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے دیکھئے مسئلہ تو بالکل صاف ہے رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اوصاف حمیدہ رکھتی ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے پھریں۔ یہ امر تو ہمسایہ اہل محلہ اور عام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے۔ کذا فی الشامی

**اعتراض نمبر ۲۰:**

درمختار مصری میں ہے

**ثم الاکبر رأسًا والاصغر عضوًا**

یعنی امامت کی ان تمام شرائط میں بھی برابری ہو تو امام اسے بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور عضو یعنی ذکر چھوٹا ہو۔ (درمختار مصری جلد اول ص ۴۱۲)(سیفِ محمدی ص ۷۷)

**جواب:**

میں کہتا ہوں افسوس کہ معترض نے دیانت اور تقویٰ سے کام نہیں لیا اصغر عضو کے جو معنی معترض نے کیے ہیں کسی مجہول الاسم سے پہلے بھی یہ معنی منقول ہیں۔مگر علامہ شامی نے بحوالہ حاشیہ ابی مسعود ان معنوں کی تردید کر دی ہے۔کیا دیانت اور تقویٰ اسی کا نام ہے کہ جن معنوں کو فقہاء نے غلط قرار دیا ہو اور تردید کر دی ہو، انہی کو محل اعتراض میں پیش کیا جائے؟ جس گروہ کے علماء کا یہ حال ہو تو ان کے جہلاء کا کیا کہنا؟

اس عبارت کے معنی علامہ شامی وطحطاوی نے جو لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ جس کا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں کیوں کہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا مناسب ہونا دانائی اور زیادتی عقل کی دلیل ہے۔مگر سر کی کلائی بے موقع نہ ہو۔

**کذافی الطحطاوی۔(غایۃ الاوطار ص ۲۵۹)**

یہ شبہ کہ لفظ عضو مفرد ہے اس لیے یہاں عضو مخصوص ہی مراد ہے صحیح نہیں کیوں کہ انسان کے بدن میں چند اور اعضاء بھی ہیں جو سب انسانوں میں ایک ایک ہیں مثلاً منہ، ناک اور ناف وغیرہ معلوم نہیں کہ معترض کو ترجمہ میں باقی ایسے اعضاء میں سے صرف یہی عضو کیوں پسند آیا؟

اس کے علاوہ اسی عبارت سے پہلے درمختار کی یہ عبارت ہے **ثم الانظف ثوبا** یہاں ثوب مفرد ہے تو کیا اس کا یہ معنی ہے کہ جس کا ایک کپڑا ستھرا ہو۔جس طرح ثوب سے اس کے جسم کے تمام کپڑے مراد ہیں۔ایک کپڑا مراد نہیں۔اسی طرح عضو سے بھی اس کے سر کے سوا دیگر اعضا مراد ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۱:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے

**او جامع فی مادون الفرج ولم ینزل**

یعنی اگر روزے دار روزے کی حالت میں شرمگاہ کے سوا اور کہیں مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (سیفِ محمدی ص ۸۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ قُبل اور دُبر کے سوا کوئی شخص اگر ران یا ناف میں یا کسی اور جگہ شہوت رانی کرے تو صرف اس حرکت سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جب تک انزال نہ ہو۔ انزال ہو جانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

ایک شبہ:

اس سے کوئی ناسمجھ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ روزہ کی حالت میں ایسا فعل کرنا فقہاء کے نزدیک جائز بلا کراہت ہے۔ ہرگز نہیں یہ مسئلہ صرف اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے ایسا کر بیٹھے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے کسی حدیث کے خلاف نہیں اگر معترض کے پاس اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کرے جس میں یہ ذکر ہو کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں ایسا کرے تو بلا انزال روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

آپ کا وحید الزمان نزل الابرار جلد ا ص ۲۲۹ میں لکھتا ہے:

**ولو جامع امرأة فیما دون الفرج ولم ینزل لم یفسد**

کوئی شخص بیوی کے ساتھ فرج کے سوائے کہیں اور جماع کرے تو انزال کے بغیر روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیجیے! یہ مسئلہ بھی آپ کے اپنے گھر کا ہی نکل آیا۔ بلکہ اس میں تو وحید الزمان صاحب نے نہ تو ایلاج کی قید لگائی اور نہ ہی دبر کی۔ تو بتایئے آپ کی نظر میں درمختار زیادہ محل نظر ہو گی یا نزل الابرار؟

اعتراض نمبر ۲۲:

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

**ولو خاف الزنا يرجی ان لا وبال علیه**

اگر زنا کا خوف ہو اور مشت زنی کر کے اپنے ہاتھ سے منی نکال ڈالے تو امید ہے کہ اسے کچھ وبال نہ ہوگا۔ (سیفِ محمدی ص ۸۷)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے اوپر کی عبارت بھی درج کی ہوتی تو معترض کی دیانت داری ظاہر ہو جاتی۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں:

**وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون۔**

اگر چہ یہ فعل مکروہ تحریمہ ہے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہاتھ سے پانی نکالنے والا ملعون ہے۔

فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے استمنا بالید کو مکروہ تحریمہ لکھا۔ مگر معترض کا ایمان اجازت نہیں دیتا کہ اس عبارت کو ظاہر کرے فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ اگر وقوع زنا کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم پر امید ہے کہ اسے مواخذہ نہ ہو یہ بھی بے دلیل نہیں۔ معترض نے کسی عالم سے ضرور سنا ہوگا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

**من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما**

جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے۔

تو یہ امید اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ خدا ایسے شخص پر عفو وکرم فرمائے ہاں! معترض کو شاید اپنے گھر کی خبر نہیں۔ نور الحسن کی عرف الجادی میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ وقوع زنا کا خوف ہو تو مشت زنی واجب ہے۔ بلکہ اس نے بعض صحابہ سے اس فعل کو لکھا ہے۔ (**والعھدۃ علیہ**)

**اعتراض نمبر ۲۳:**

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

**وکذا الاستمناء بالکف**

یعنی مشت زنی کرنے سے بھی ایسی حالت میں روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(سیفِ محمدی ص ۸۹)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ مشت زنی سے اگر انزال ہوتو روزہ فاسد ہوجاتا ہے چنانچہ درمختار میں تصریح موجود ہے:

**او ستمنٰی بکفہٖ او بمباشرۃ فاحشۃ و لو بین المرتین و انزل قید للکل حق لو لم ینزل لم یفطر کما مر**

مشت زنی یا مباشرت فاحشہ سے اگر انزال ہوتو روزہ فاسد ہوجاتا ہے اگر نہ ہوتو نہیں۔

لیکن معترض نے اعتراض میں انزال نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا تاکہ ناظرین کو مغالطہ لگے کہ فقہ میں استمناء بالکف سے انزال کے باوجود بھی فسادِ رزوہ کا حکم نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

**ھذا اظلم ینزل اما اذا انزل فعلیہ القضاء کما سیصرح بہ و ہو المختار کما یأتی۔**

استمنا بالکف سے اگر انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر قضاء لازم ہے اور یہی مختار ہے۔

رہی یہ ہے بات کہ استمناء بالکف سے بلا انزال روزہ فاسد نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ مشت زنی جماع نہیں۔ نہ صورتاً نہ منعاً ایسی صورت میں روزہ فاسد ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر معترض کے پاس کوئی دلیل ہوتو بیان کرے۔فقہاء نے فسادِ روزہ کی دلیل نہ ہونے کے سبب حکم فساد نہیں دیا تو کیا برا کیا؟

**ایک شبہ:**

یہاں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک حالتِ روزہ میں استمناء بالکف بلا انزال کی اجازت ہے۔معاذ اللہ! ہرگز نہیں فقہاء نے تو صرف اس لیے بیان فرمایا کہ اگر کوئی نادان یہ حرکت کر بیٹھے تو اس کے لیے مسئلہ کی نوعیت کیا ہوگی۔

ان مسائل کو بے ہودہ قرار دینے والے کے لیے مقامِ غور ہے۔معترض کو تو فقہاء کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے امت مسلمہ کو ایسے مسائل بھی سمجھا دیئے جن کے پیش آنے

کے امکانات ہیں۔

**اعتراض نمبر ۲۴:**

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے

**او ادخل ذکرہ فی بھیمۃً**

یعنی اگر کوئی شخص چو پائے جانور (گائے بھینس بکری وغیرہ) کے ساتھ برا کام کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں جاتا۔ (سیفِ محمدی ص ۹۲)

**اعتراض نمبر ۲۵:**

درمختار مصری جلد دوم ص ۱۰۶ میں ہے

**او میتۃً**

یعنی اگر میت (مرے ہوئے مردے) کے ساتھ بدفعلی کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں بگڑتا۔ (سیفِ محمدی ص ۹۲)

**جواب اعتراض نمبر ۲۴، ۲۵:**

میں کہتا ہوں درمختار میں من غیر انزال کی تصریح موجود ہے۔ لیکن معترض نے اس کا ترجمہ ہی نہیں کیا تا کہ ناظرین کو مغالطہ لگ جائے۔

وہابی دوستو! تمہارے اکابر کی دیانت اور تقویٰ کا یہ حال ہے تو تمہارے اصاغر کا حال کیا ہوگا؟

جاننا چاہیے کہ جماع بے شک مفسد صوم ہے۔ جماع چاہے صورتاً ہو چاہے معناً۔ صورتاً تو ظاہر ہے۔ البتہ معناً وہ انزال ہے جو شرمگاہ ہی میں نہ ہو یا شرمگاہ میں تو ہو لیکن وہ شرمگاہ عادتاً غیر مشتہی ہو یا وہ انزال جو عادتاً محل مشتہی کی مباشرت سے ہو لیکن وہ مباشرت شرم گاہ کے ساتھ نہ ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

**الاصل ان الجماع المفسد للصوم ھو الجماع صورتًا وھو ظاھر او معنی فقط وھو الانزال من مباشرۃ بضرح لا فی فرج غیر مشتھی عادۃ او عن مباشرۃ**

**بغیر فرجه فی محل مشتھی عادة۔**

تو ان صورتوں میں جماع اس وقت متحقق ہوگا جب کہ انزال ہوا گر انزال نہ ہوا تو جماع ہی متحقق نہ ہوا۔ نہ صورتاً نہ معناً۔ اس لیے روزہ بھی فاسد نہ ہوگا۔ معترض کے پاس، اگر اس صورت میں کسی آیت یا حدیث میں روزے کے فساد کا حکم ہے تو بیان کرے۔

**ایک شبہ:**

یہاں تو صرف روزے کا حکم بیان کیا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان افعال کی اجازت ہے۔ معاذ اللہ! فقہاء کرام رضی اللہ عنہم نے ان امور کی سزا کتاب التعزیر میں لکھی ہے کسی امر کا مفسد صوم نہ ہونا الگ بات ہے اور جائز و ناجائز ہونا الگ بات ہے۔

**اعتراض نمبر ۲۶:**

درمختار مصری ص ۳۰۷ میں ہے

**قبل السکران بنته تحرم الام**

یعنی نشہ کی حالت میں کسی نے اپنی بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (سیفِ محمدی ص ۹۴)

**جواب:**

میں کہتا ہوں درمختار میں یہ مسئلہ بحوالہ قنیہ لکھا ہے۔ علامہ شامی نے قنیہ کی اصل عبارت لکھی ہے:

**قبل المجنون ام امرأة بشھوة او السکران بنتهٔ تحرم**

اس میں تصریح یہ ہے کہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہو۔ قارئین خود انصاف کریں کہ ایک شخص اگر شہوت کے ساتھ اپنی بیٹی کو چومے تو حرمت مصاہرہ کے سبب اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ معترض نے یہاں بھی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے شہوت کے لفظ کو گول کر دیا ہے۔ تا کہ عام قاری کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ باپ اپنی بیٹی کو چومتا ہے اور انتہائے شفقت ہے۔ لیکن شہوت کے ساتھ چومنا دوسری صورت ہے اگر معترض اس مسئلہ کو کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ بیان کرے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم تو ایسے واہیات آدمی کو یہی

حکم دیں گے کہ اس کی بیوی حرام ہوگئی۔

**اعتراض نمبر ۲۷:**

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۰۸ میں ہے

**فقال جامعتها تثبت الحرمته**

یعنی اگر کسی نے (ہنسی مذاق میں جھوٹ) کہہ دیا کہ میں نے اپنی ساس سے مجامعت کی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ (سیفِ محمدی ص ۹۶)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ معترض کو خدا کا کچھ خوف نہیں کہ ترجمہ میں اپنی طرف سے لفظ زیادہ کر کے اعتراض کر دیتا ہے درمختار میں یہ بالکل مذکور نہیں ہے کہ کسی نے جھوٹ کہہ دیا اصل عبارت یوں ہے:

**وفی الخلاصة قیل له ما فعلت بام امرتک فقال جامعتها ثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هان لا۔**

یعنی کسی آدمی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے جماع کیا تو حرمت ثابت ہوجائے گی اور اس کے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کی جائے گی اگرچہ ہنسی سے ہو۔

دیکھئے درمختار میں تو یہ تصریح ہے کہ اس کے اقرار کے بعد یہ نہ مانا جائے گا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے کیوں کہ اس نے فعل کا اقرار کیا ہے اور اقرار میں اصرار شرط نہیں۔ اس لیے حرمت ثابت ہوجائے گی۔ لیکن معترض جرم کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہہ دیا اور یہ بالکل غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس نے جماع کا اقرار کیا لیکن جب معلوم ہوا کہ بیوی حرام ہوتی ہے۔ اب اس کا یہ کہنا کہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہیں مانا جائے گا۔ ہاں اگر معترض کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح مرفوع غیر معارض ہوتی کہ ساس کے ساتھ جماع کا اقرار کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی تو اس کا اعتراض بجا ہوتا۔

اعتراض نمبر ۲۸:

درمختار جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

**ویحل لہ وطی امراء ادعت علمہ**

یعنی ایک عورت نے عدالت میں جھوٹا دعویٰ کیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہو گیا ہے، وہ شخص انکار کرتا ہے عورت نے دو جھوٹے گواہ گزار دیے، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا ہے، حالانکہ حقیقتاً نکاح نہیں ہوا تو اب اس شخص کو اس عورت سے ملنا جلنا وطی کرنا وغیرہ سب حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۲۹:

درمختار جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

**و کذاتحل لہ لو ادعی ھو نکاحھا**

یعنی اسی طرح ایک مرد نے ایک عورت پر جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو بھی یہ دونوں میاں بیوی بن کر رہیں سہیں اور اس شخص کو اس عورت سے صحبت کرنا حلال ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۹۹)

اعتراض نمبر ۳۰:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

**ولو قضی بطلاقھا الشھادۃ الزور**

یعنی اسی طرح اگر کسی عورت نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور جھوٹے گواہ بھی گزار دیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو باوجودیکہ وہ عورت خوب جانتی ہے کہ اس پر طلاق نہیں پڑی لیکن تاہم اسے جائز ہے کہ دوسرے سے نکاح کر لے اور اس سے صحبت کرے کرائے سب حلال طیب ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۰۰)

اعتراض نمبر ۳۱:

درمختار مصری جلد دوم ص ۳۱۹ میں ہے

**حل للشاھد زوراً تزوجھا**

یعنی اس جھوٹی طلاق کی جس جھوٹے گواہ نے گواہی دی، اسے بھی اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہے۔(سیفِ محمدی ص ۱۰۰)

**جواب اعتراض نمبر ۲۸ تا ۳۱:**

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ چاروں مسائل معترض کے نزدیک اگر کسی صحیح حدیث کے خلاف ہیں تو بیان کرے ورنہ اپنا اعتراض واپس لے۔

ان چاروں مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کے ساتھ ہے امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ میرا فلاں شخص کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔اس پر گواہ بھی پیش کر دیے اور شرط یہ ہے کہ عورت کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو۔اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیے۔قاضی نے مطابق حکم شرع شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہر میں نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں بھی نافذ ہو جائے گا۔یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی جو کہ ولی ہے موجود ہے اور گواہی بھی موجود ہیں قاضی کا فیصلہ مرد و عورت دونوں نے منظور کیا۔ان کا یہ منظور کرنا ایجاب و قبول ہے۔اس لیے نکاح ہو جائے گا اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ نہ ہو تو بجائے اس کے کہ قضا قطع منازعۃ کے لیے ہوتی ہے منازعۃ کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

**اعتراض نمبر ۳۲:**

درمختار مصری جلد دوم ص ۴۱۲ میں ہے

**یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ شھر**

یعنی چار مہینے سے پہلے حمل کو گرا دینا مباح ہے۔(سیفِ محمدی ص ۱۰۶)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض فقہاء کی اصطلاحات سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جس مسئلہ کے بیان میں لفظ ''قالوا'' بولا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتی

ہے کہ وہ مسئلہ ضعیف اور مختلف فیہ ہے۔

علامہ عبدالحئی لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

**لفظ قالوا یستعمل فیما فیه اختلاف المشائخ کذا فی النهایة فی کتاب الغصب و فی العنایة و البنایة فی باب مایفسد الصلٰوة و ذکر ابن الهمام فی فتح القدیر فی باب مایوجب القضاء و الکفارة من کتاب الصوم ان عادته ای صاحب الهدایة فی مثل افادة الضعف مع الخلاف انتهٰی و کذا ذکر سعد الدین التفتازانی ان فی لفظ قالوا اشارة الی ضعف ما قالوا۔**

لفظ قالوا وہاں بولتے ہیں جہاں مشائخ کا اختلاف ہو، نہایۃ کے کتاب الغصب اور العنایۃ و البنایہ کے باب مایفسد الصلوٰۃ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی عادت اس لفظ کے مثل سے ضعف مع الخلاف کا افادہ ہے اسی طرح سعد الدین تفتازانی نے کہا کہ ہے لفظ قالوا میں ضعف کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

مگر معترض کے ایمان اور دیانت نے لفظ قالوا سرے سے اڑا ہی دیا تاکہ عوام کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ **فَاِلَی اللہ المشتکٰی**

بحر الرائق میں ہے:

**الظاهر ان هذهٖ المسألة لم ینقل عن ابی حنیفة صریحا و لذا یعبرون عنها بصیغة قالوا**

یہ مسئلہ صریحاً امام اعظم سے منقول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کو فقہاء صیغہ قالوا سے بیان فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری جز ۲۱ ص ۱۳۴ میں عزل کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں:

**وینتزع من حکم العزل حکم معالجة المرأة اسقاط النطفة قبل نفخ الروح۔ فمن قال بالمنع هناک ففی هذهٖ النطفة قبل نفخ الروح فمن قال بالمنع هناک ففی هذه اولٰی و من قال بالجواز یمکن ان یلتحق به هذا و یمکن ان یفرق**

**بانہ اشد۔**

نفح روح سے پہلے حمل گرا دینے کا حکم عزل کے حکم سے نکلتا ہے جو وہاں (عزل کے) منع کا قال ہے وہ اس میں بطریق اولیٰ منع سمجھے گا۔ اور جو عزل کو جائز سمجھتا ہے تو ممکن ہے اسقاط کو عزل کے ساتھ ملحق کیا جائے اور ممکن ہے کہ اس میں فرق کیا جائے کہ اسقاط عزل سے اشد ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس نے اسقاط کو مباح کہا ہے اس نے عزل کے جواز سے اس کا جواز سمجھا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شامی نے ابن وہبان سے نقل فرمایا ہے:

**اباحۃ الاسقاط محمولۃ علی حالۃ العذر او انہا لا تاثم اثم القتل۔**

اسقاط کا مباح ہونا حالت عذر پر محمول ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت گنہگار تو ہے لیکن اس کو اتنا گناہ نہیں جتنا قتل کا گناہ ہوتا ہے۔ اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو یہ مسئلہ گھناؤنا معلوم ہوا ہے تو آپ فتح الباری کو کیا کہیں گے۔ اس میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے یہ بھی بتائیے کہ اس مسئلہ کے خلاف آپ کے پاس ایک بھی صحیح حدیث موجود ہے؟ لیکن یاد رہے کہ کسی فقیہ کی خوشہ چینی نہ ہوتا کہ نمک خوردن و نمک دان شکستن کے مصداق نہ ہو جاؤ۔ اور قیاس بھی نہ ہو کیوں کہ نہ تو آپ قیاس کے قائل ہیں اور نہ ہی اہل۔

**اعتراض نمبر ۳۳:**

درمختار مصری جلد دوم ص ۶۵۰ میں ہے

**و مواضع تربصہ عشرون**

یعنی بیس صورتوں میں مرد کو بھی (عورت کی طرح) عدت گزارنی پڑے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۰۹)

**جواب:**

میں کہتا ہوں کہ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نمائد ہنرش در نظر

ذرا یہ تو فرمایا ہوتا کہ جن صورتوں میں فقہاء نے مرد کو ایک خاص مدت تک تزوج سے

منع کیا ہے۔کیاوہ منع کرنا قرآن یا حدیث کے خلاف ہے؟اگرآپ کومرد کے اس توقف کا نام عدت رکھنا برامعلوم ہواہےتو اس کی بھی شرعاً ممانعت بیان فرمائیے۔حالانکہ صاحب در مختار نے تربص کہا ہے عدت نہیں کہا،فقیہ ابوالیث نے خزانۃ الفقہ میں ان بیس مواضع کا ذکر کیاہے جہاں مردکوایک معینہ مدت تک تزوج سے انتظار شرعاًواجب ہے۔

چندمثالیں:

منجملہ ان کے اپنی منکوحہ کی بہن سے نکاح کرنا،تاوقتیکہ عورت اس کے نکاح یاعدت میں ہے مرداپنی عورت کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔اس صورت میں مرد کے معینہ مدت تک نکاح سے رکے رہنے پر اگرچہ عدت کا اطلاق درست ہےلیکن فقہاء کی اصطلاح میں اسے عدت نہیں کہتے۔تربص کہتے ہیں۔اسی لیے درمختار میں مواضع تربصہ لکھا ہے۔کیااپنی بیوی کی بہن سے نکاح کرنے کی صورت میں مردعدت تک رکنے کاپابندنہیں؟اگر پابند ہے توپھراعتراض کیسا؟مرد کے اس انتظارکوتربص کہتے ہیں۔

اسی طرح اپنی منکوحہ کی پھوپھی،خالہ یابھتیجی سے نکاح کرنا،اس میں بھی مردکواجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے جب تک اس کی بیوی نکاح یاعدت میں ہوکیاتم کہہ سکتے ہو کہ اس صورت میں مردکوتربص لازم نہیں؟اگرلازم ہےتواعتراض کیسا؟یہی تربص صاحب درمختار نےلکھاہےجس کے معنی معترض نے عورت کی طرح عدت کیے ہیں۔نعوذباللہ من سوءالفہم۔

اعتراض نمبر ۳۴:

درمختار مصری مطبوعہ دارالکتب جلد ۳ ص ۱۲۵ میں ہے

تزوج بحرمه

یعنی اگرکسی شخص نے اپنی (ماں بہن بیٹی وغیرہ) محرمات ابدیہ سے نکاح کرلیااور پھر صحبت بھی کی توحد نہیں ماری جائے گی اگردونوں جانتے ہوں کہ یہ کام حرام ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۲)

اعتراض نمبر ۳۵:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۶۹ میں ہے

**او منکوحۃ الغیر**

یعنی اسی طرح دوسرے کی نکاحتاً بیوی سے نکاح کیا اور مجامعت کی تو بھی اس پر حد نہیں اگر چہ اس کی حرمت کا علم ہو۔ (سیفِ محمدی ص ۱۱۳)

**اعتراض نمبر ۳۶:**

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۶۹ میں ہے

**او معتدته**

یعنی اسی طرح دوسرے کی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت سے نکاح کر کے وطی کی تو بھی حد نہیں لگائی جائے گی اگر چہ عورت مرد دونوں جانتے ہوں کہ یہ نکاح اور وطی حرام ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۳)

**جواب اعتراض نمبر ۳۴ تا ۳۶:**

میں کہتا ہوں کہ معترض نے اس مسئلہ میں بھی کوئی آیت یا حدیث نہیں لکھی۔ جس میں ان امور کے ارتکاب پر وہ حد ہو جس کی نفی فقہاء نے فرمائی ہے۔ معترض کی خیانت دیکھئے کہ درمختار میں اس عبارت کے بعد **و یعزر** لکھا ہے یعنی اس شخص کو سزا دی جائے۔ معترض نے **و یعزر** کی عبارت کو اڑا دیا تا کہ پڑھنے والے کو مغالطہ لگے کہ مندرجہ بالا امور میں فقہاء نے اس شخص کو کسی سزا کا حکم نہیں دیا۔ فقہاء نے تو فرمایا ہے کہ اس شخص کو سزا دی جائے۔ صاحب درمختار نے یہ بھی لکھا ہے کہ قتل سے بھی تعزیر ہوتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کا تعزیراً قتل بھی جائز ہے۔

کسی گناہ کے ارتکاب پر حد نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ نہیں ہے کئی کبائر ایسے ہیں جس میں حد نہیں مثلاً شراب پینے سے حد ہے لیکن بول پینے میں حد نہیں۔ سود لینا دینا کبیرہ گناہ ہے لیکن اس پر حد نہیں۔ زنا کی تہمت لگانے میں حد ہے۔ لیکن کفر کی تہمت میں حد نہیں۔ اسی طرح محرمات ابدیہ، منکوحہ غیر اور معتدہ سے نکاح کر کے وطی کرنا کبیرہ ہے مگر اس پر حد نہیں۔

جاننا چاہیے کہ زانی کی حد شریعت میں رجم یا جلد ہے۔ لیکن ایسے زانی کے لیے جو

محرمات سے نکاح کر کے زنا کرتا ہے نہ رجم منقول ہے نہ جلد۔ کسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لیے رجم یا جلد کا حکم نہیں فرمایا۔ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کی لا یحل سے یہی مراد ہے کہ اس پر نہ رجم ہے نہ ہی جلد۔ البتہ اس کو سخت سے سخت تعزیر دی جائے جو قتل سے بھی ہو سکتی ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**ادرؤ الحدود بالشبهات ما استعطتم**

جہاں تک ہو سکے شبہات کے باعث حدود کو ساقط کر دیا کرو۔

اس حدیث سے شبہات کے ساتھ حدود کا ساقط کرنا تو ثابت ہوا لیکن شبہات کا تعین قرآن و حدیث میں صراحۃً موجود نہیں۔ ہر مجتہد نے اپنے اجتہاد سے استنباط کیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس عقد کو شبہ میں داخل سمجھا ہے گو اس عقد کی حرمت پر اتفاق اور وہ جانتا بھی ہو حدیث۔

**ایما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها۔**

امام اعظم کے قول کی تائید کرتی ہے کیوں کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اس عورت کا جس نے اپنے ولی کے اذن کے بغیر نکاح کر لیا ہو نکاح باطل فرمایا ہے مہر لازم۔ اس عورت کے ساتھ وطی کرنے میں حد لازم نہیں تو ظاہر ہے کہ نکاح کو ایسا دخل ہے جو حد ساقط کر دے۔ معلوم ہوا کہ نفس عقد شبہ ہے اور شبہات سے حدود کا ساقط ہونا حدیث میں آیا ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا صورتوں میں حد نہیں۔

جوہر النقی ج ۲ ص ۱۷۷ میں لکھا ہے:

**وقد اخرج الطحاوی بسند صحيح عن ابن المسيب ان رجلا تزوج امرأة فی عدتها فرفع الی عمر فضربها دون الحدو جعل لها الصدق۔**

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے معتدہ کے ساتھ نکاح کیا تو یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ آپ نے دونوں کو حد زنا سے کم مارا اور عورت کو مہر دلوایا۔

معلوم ہوا کہ عقد نکاح حد کے سقوط کے لیے شبہ ہوسکتا ہے اور یہی حضرت امام اعظم نے فرمایا تو معترض کا اعتراض نہ صرف حضرت امام اعظم پر ہے بلکہ صحابہ رسول پر ہے میں تو یہ بھی کہوں گا کہ اعتراض رسول کریم پر بھی ہے کیوں کہ قضا میں حضرت عمر کا فیصلہ وہی تھا جو رسول کریم کی پیروی سے ماخوذ تھا۔

**اعتراض نمبر ۳۷:**

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۰ میں ہے

**ولا يحد بوطی بهيمة**

یعنی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی حد نہیں ماری جائے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۱۹)

**جواب:**

افسوس کہ معترض نے اگلی عبارت **بل يعذر** بلکہ سزا دی جائے کو کیوں ہضم کیا؟ صاحب درمختار نے تو صاف لکھا ہے کہ اس کو سزا دی جائے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے حد کی نفی اس لیے کی ہے کہ ایسے شخص کے لیے کسی حدیث میں حد زنا (رجم یا جلد) نہیں ہے۔

بلکہ ترمذی نے ص ۱۷۶ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

**من اتى بهيمة فلا حد عليه**

جو شخص چوپائے سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں۔

ترمذی کہتا ہے کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور یہی قول احمد و اسحاق کا ہے۔

ترمذی کے حاشیہ میں ہے کہ ائمہ اربعہ اسی طرف گئے ہیں کہ اس پر حد نہیں تعزیر ہے۔

ابوداؤد نے بھی ابن عباس کے قول کو روایت کیا ہے۔

اب فرمایئے! ابن عباس کو کیا کہیں گے؟ امام احمد و اسحاق کو کیا کہیں گے؟ یہ بھی تو وہی کہہ رہے ہیں جو امام اعظم نے فرمایا ہے۔ ہاں ترمذی اور ابوداؤد کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے یہی مسئلہ اپنی کتابوں میں لکھا؟ اگر یہ لوگ آپ کے دل میں کسی احترام کے مستحق ہیں تو خدارا سوچئے کہ امام اعظم نے کون سا جرم کیا ہے جو آپ ہاتھ دھو کر ان کے

پیچھے پڑے ہیں؟

**اعتراض نمبر ۳۸:**

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۰ میں ہے

**او یوطی دبر**

یعنی اغلام (لونڈے بازی) کرنے سے بھی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۲۰)

**جواب:**

معترض نے یہاں بھی پوری عبارت نقل نہیں کی صاحب درمختار نے ایسے شخص کو آگ میں جلانا یا اس پر دیوار گرانا یا بلند مکان سے پتھروں کے ساتھ گرانا نقل کیا ہے اور بحوالہ فتح القدیر لکھا ہے کہ اس کو سزا دی جائے، قید کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کر لے اگر اس کو لواطت کی عادت ہو تو امام اس کو سیاسۃً قتل کرے اتنی عبارت کو معترض ہضم کر گیا۔

ہاں اگر معترض کے پاس کوئی دلیل قرآن وحدیث صحیح سے ہے جس میں وطی فی الدبر کے لیے وہ حد ہو جس کی فقہاء نے نفی کی ہے تو پیش کرے۔

**اعتراض نمبر ۳۹:**

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۲ میں ہے

**او زنی فی دار الحرب او البغی**

یعنی حربی کافروں یا باغیوں کی سلطنت میں زنا کرنے سے بھی حد نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۱۲۳)

**جواب:**

معترض اگر فتح القدیر کا یہ مقام دیکھتا تو اسے یہ حدیث مل جاتی جس کو امام محمد نے سیر کبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

**من زنٰی او سرق فی دار الحرب و اصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیه الحد۔**

جو شخص دار الحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے پھر وہاں سے بھاگ کر

اسلامی حکومت میں آ جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی چونکہ معترض اعتراض کر چکا ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ وہ اپنا اعتراض واپس لے بلکہ یقین ہے کہ اس حدیث پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۴۰:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

**ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفة مطلقا**

یعنی نابالغ وغیرہ غیر مکلف مرد اگر بالغہ مکلفہ عورت سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں۔(سیفِ محمدی ص ۱۲۷)

جواب:

نابالغ غیر مکلف پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ وہ غیر مکلف ہے۔لیکن عورت پر اس لیے حد نہیں کہ اصل زنا مرد کا فعل ہے۔عورت فعل کا محل ہے اسی لیے مرد کو واطی زانی کہتے ہیں اور عورت کو موطوءَ مزنیہ۔البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہا جاتا ہے۔زنا اس شخص کے فعل کو کہتے ہیں جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کر گزرنے سے عاصی اور وہ عاقل و بالغ مرد ہو گا نہ کہ بچہ یا دیوانہ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے پابند نہیں۔عورت اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اسی صورت میں جب کہ وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقع دے جو زنا سے بچنے کا مخاطب ہو اور کر گزرنے سے گنہگار۔چونکہ صورت مذکورہ میں عورت نے جس لڑکے کو زنا کا موقع دیا وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۱:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

**ولا حد بزنا بالمستاجر له**

یعنی جس عورت کو زنا کاری کے لیے اجرت دی ہو اور اس سے زنا کرے تو اس پر حد نہیں۔(سیفِ محمدی ص ۱۳۱)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔

درمختار میں اسی عبارت کے آگے لکھا ہے

**والحق وجوب الحد**

حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔

افسوس کہ معترض کو حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر ۴۲:

درمختار مصری جلد ۳ ص ۱۷۲ میں ہے

**و کذالو قال اشتریتها**

یعنی ایک آزاد عورت سے زنا کیا پھر کہہ دیا کہ میں نے تو اسے خریدا ہے تو اس پر بھی حد نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۲)

جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر ملک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ امر مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

**اشتبه علیه الامر بظنه الحل**

اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔

یہ شبۂ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۴۳:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۳ میں ہے:

**ولو غصبها ثم زنا بها**

یعنی اگر کسی لونڈی کو غصب کر لیا پھر اس سے زنا کاری کی پھر قیمت کا ضامن ہو گیا تو

اس پر بھی زنا کی حد نہیں۔(سیفِ محمدی ص ۱۳۴)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہوگیا تو لونڈی اس کی ملک ہوگئی۔اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہوجانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہوجاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہوگئی۔

**من ادعی خلاف ذالک فعلیه البیان۔**

اعتراض نمبر ۴۴:

درمختار مصری جلد سوم ص ۱۷۳ میں ہے

**ولا یحد**

یعنی خلیفہ مسلمان آزاد بادشاہ پر بھی زنا کاری وغیرہ کی حد نہیں لگائی جائے گی۔مثلاً شراب پیے،تہمت لگائے،چوری کرے،زنا کاری کرے کسی چیز پر حد نہ لگے گی۔

(سیفِ محمدی ص ۱۳۵)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حدود حقوق اللہ سے ہیں ان کا اجراواقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔

جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنی ذات پر اقامت حدود نہیں کرسکتا۔اس پر حد نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۵:

درمختار مطبوعہ دارلکتب مصر جلد چہارم میں ہے

**لا ربو بین سید و عبده**

یعنی غلام اور آقا کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(سیفِ محمدی ص ۱۳۶)

جواب:

میں کہتا ہوں مطلقاً نہیں بلکہ درمختار میں تصریح ہے کہ غلام مدیون مستغرق نہ ہو معترض

نے اس قید کو اڑا دیا۔ غلام جب مدیون نہ ہو تو خود غلام اور جو کچھ غلام کی ملک میں ہے وہ آقا کی ملک ہے اس لیے یہاں سود متحقق ہی نہیں ہوتا جہاں بیع متحقق نہیں وہاں ربا کہاں اگر معترض کے پاس اس کے برخلاف کوئی دلیل ہے تو پیش کرے۔

**اعتراض نمبر ۴۶:**

درمختار مصری جلد چہارم ص ۲۰۹ میں ہے

**لا بین حربی و مسلم**

یعنی حربی کافر سے مسلمان سود لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۳۷)

**جواب:**

میں کہتا ہوں حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ میں فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر کافروں سے سود کا معاملہ کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن حجۃ الوداع میں فرمایا:

''پہلا سود جو کہ میں موقوف کر رہا ہوں، عباس کا سود ہے۔ (اخرجہ المسلم)

علامہ ترکمانی جوہر النقی جلد ۲ ص ۲۰۳ میں فرماتے ہیں کہ ربا حرام ہو چکا تھا اور عباس مکہ میں فتح مکہ تک ربا کا معاملہ کیا کرتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عباس کے ربا کو موقوف کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان اور مشرک میں دار الحرب میں ربا جائز ہے۔ ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی جائز کہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جاہلیت کا ربا موقوف ہے اس امر پر دلیل ہے کہ اس وقت تک ربا قائم تھا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو کر جاہلیت جاتی رہی، عباس کا ربا موقوف کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ اس وقت بھی وہ جائز تھا کیوں کہ موقوف وہی ہوتا ہے جو قائم ہو فقیہ ابو الولید فرماتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح ہے کیوں کہ مشرکین و مسلمین میں دار الحرب میں ربا حلال نہ ہوتا تو عباس کا ربا اسی وقت سے موقوف ہو جاتا۔ جس وقت وہ مسلمان ہوئے تھے اور اسلام کے بعد جو کچھ لیا ہوتا، واپس کیا جاتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم**

''اگرتم توبہ کرو تو اصل مال تمہارے لیے حلال ہے۔''

حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے عباس رضی اللہ عنہ کا ربا موقوف کیا تو اسلام لانے کے بعد جو کچھ وہ لے چکے تھے۔ اگر ناجائز ہوتا تو واپس کرایا جاتا۔ چوں کہ ایسا نہیں ہوا اس لیے معلوم ہوا کہ دارالحرب میں ربا مسلمان اور حربیوں میں متحقق نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**لا ربا بین اهل الحرب و اظنه قال اهل الاسلام۔**

**(نقلۂ الزیلعی عن البیهقی)**

مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے۔

یہ حدیث گو ضعیف ہے لیکن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی موید ہو سکتی ہے۔

**اعتراض نمبر ۷۴:**

درمختار مصری مطبوعہ دارالکتب جلد چہارم ص ۲۰۹ میں ہے

**لان ماله ثمه مباح**

یعنی حربی کافروں کے مال دارالحرب میں مباح ہیں۔ (خواہ شراب بیچ کر لے، خواہ جوئے بازی یا چوری سے لے ہر طرح جائز ہے) یہاں تک کہ دارالحرب میں جو مسلمان ہو اس سے بھی سود لے سکتا ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۰)

**جواب:**

میں کہتا ہوں چوری کی اجازت درمختار میں نہیں۔ درمختار میں تصریح ہے:

**یحل بر ضاه مطلقا بلا عذر**

حربی کی رضامندی سے جو مال لے حلال ہے۔ مگر عذر نہ ہو۔ اب سنیے! صدیق حسن بھوپالوی روضہ الندیہ ص ۱۴۰ میں لکھتا ہے:

**ثم نقول اموال اهل الحرب علی اصل الاباحة یجوز لکل احد اخذ ما شاء منها کیف شاء قبل التامین بهم**

اہل حرب کے اموال مباح ہیں ان کو امان دینے سے پہلے ہر شخص کو جائز ہے کہ ان

اموال سے جو چاہے جس طرح چاہے لے لے۔

اسی طرح عرف الجادی میں ہے یہ مسئلہ تو معترض کے گھر کا ہی نکل آیا۔ ہاں اگر معترض کے نزدیک اہل حرب کا مال اباحۃ اصلیہ میں نہیں تو اس کی دلیل بیان کرے۔

اور جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو اور ہجرت کر کے دار الاسلام میں نہ آئے اس کا مال بھی معصوم نہیں۔ **من ادعٰی خلاف ذالک فعلیہ البیان**

اعتراض نمبر ۴۸:

درمختار مطبوعہ دار الکتب مصر جلد پنجم ص ۳۸ میں ہے

**ولو اخذ بلا شرط یباح**

یعنی گناہ کے کاموں پر (مثلاً گانے بجانے نوحہ کرنے اور کھیل تماشوں وغیرہ پر) بغیر شرط کے اجرت اور بدلہ لینا مباح ہے۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۳)

جواب:

میں کہتا ہوں اس لیے مباح ہے کہ بلا شرط لینے سے اجارہ متحقق نہیں ہوتا تو وہ اجرت نہ ہوئی جو شخص مطلقاً منع کرتا ہے شرط سے ہو یا بلا شرط وہ دلیل بیان کرے۔

اعتراض نمبر ۴۹:

درمختار مصری جلد پنجم ص ۲۴۷ میں ہے

**وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد**

یعنی ریشم اگر جسم سے لگتا ہو تو پہننا حرام ہے اور اگر کسی کپڑے کے اوپر کپڑا مرد پہنے تو حرام نہیں۔ (سیفِ محمدی ص ۱۴۵)

جواب:

میں کہتا ہوں معترض کو یہ عبارت کیوں نظر نہ آئی جو درمختار میں ہے:

**یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح**

صحیح مذہب میں ریشم کا (مرد کے لیے) پہننا حرام ہے خواہ کپڑے پر ہی کیوں نہ ہو۔

دیکھئے صاحب! درمختار میں تو کپڑے کے اوپر بھی ریشم پہننا حرام لکھا ہے پھر ایک غیر

صحیح روایت لکھ کر اعتراض کرنا متعصب معترض کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت کے متعلق فرماتے ہیں:

**انه مخالف لما فی المتون الموضوعة لنقل المذهب فلا یجوز العمل والفتوٰی به۔**

یہ روایت متون معتبرہ کے خلاف ہے جو کہ (امام اعظم کے) مذہب کی نقل کے لیے وضع کیے گئے ہیں تو اس پر عمل اور فتویٰ جائز نہیں۔

معترض جانتا ہوگا کہ محدثین جو احادیث نقل کرتے ہیں ان میں ضعیف بھی ہوتی ہیں، ایک محدث حدیث نقل کرتا ہے دوسرا ضعیف قرار دیتا ہے جس طرح وہاں احادیث ضعیفہ محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں ہوتیں اسی طرح فقہ کی وہ روایت جس کو فقہاء نے ضعیف یا متروک العمل قرار دیا ہو۔ حضرات فقہاء کے ہاں قابلِ حجت نہیں ہوتی۔

**اعتراض نمبر ۵۰:**

درمختار مصری مطبوع دار الکتب جلد پنجم ص ۳۳۰ میں ہے

**والخنزیر لیس بجنس العین عند ابی حنیفة**

یعنی سور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نجس العین نہیں یعنی سور ناپاک نہیں۔

(سیفِ محمدی ص ۱۴۶)

**جواب:**

**میں کہتا ہوں بئسما یامرکم به ایمانکم ان کنتم مومنین**

درمختار میں تو صاف تصریح ہے۔

**لا بخنزیر لنجاسة عینه**

خنزیر کے ساتھ شکار جائز نہیں اس لیے کہ وہ نجس عین ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

**وعلیه ولا یجوز بالکلب علی القول بنجاسة عینه الا ان یقال ان النص رد فیه وبه یندفع قول القهستانی ان الکلب نجس العین عند بعضهم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفة علی ما فی التجدید وغیره انتهٰی**

اس بنا پر کہ نجس العین کے ساتھ شکار جائز نہیں تو کتے کے ساتھ بھی شکار جائز نہیں ہونا چاہیے کہ اس کو بعض نجس عین کہتے ہیں ہاں یہ کہا جائے گا کہ کتے کے بارے میں نص وارد ہو چکی ہے اس لیے اس کے ساتھ شکار جائز ہو گا گو نجس عین ہو۔لیکن خنزیر کے ساتھ نص وارد نہیں اس لیے اس کے نجس عین ہونے کے سبب اس کے ساتھ شکار جائز نہیں۔اس سے قہستانی کی بات رد ہو گئی کہ کتا بعض کے نزدیک نجس عین ہے اور امام صاحب کے نزدیک خنزیر نجس عین نہیں۔

دیکھئے صاحب! درمختار تو قہستانی کے قول کو رد کر کے سور کو نجس عین قرار دیتا ہے۔بحر الرائق،عالمگیری،طحطاوی اور دیگر کتب فقہ حنفیہ میں بھی سور کو نجس عین لکھا ہے علامہ شامی بھی یہی لکھتے ہیں لیکن معترض ان سب سے آنکھیں بند کر کے درمختار کی طرف اس مسئلہ کی نسبت کر کے اعتراض کر رہا ہے۔جب کہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ درمختار نے بھی سور کو نجس عین ہی لکھا ہے۔

معترض اس بات پر کمر بستہ ہے کہ احناف کو بدنام کیا جائے خواہ جھوٹ بول کر اور خواہ عبارات میں قطع و برید کر کے جب ان کے علماء کا یہ حال ہے تو جہلاء کا عالم کیا ہو گا؟